

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# مِثْلُ الْأَنْبِيَاءِ

علامہ سید احمد سعید کاظمی

مکتبہ ضیائیہ  
بوهڑ بازار راولپنڈی

## مسئلہ اداسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ماہ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے جس کی آغوش میں نور میں کے جلوسے قیامت تک چمکتے رہیں گے، بموجب فرمان خداوندی و ذکرِ حضورِ مآبِ اللہ۔ آج میں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرتی ہے جو سید ایام اللہ یعنی یوم ولادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد تقیہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت، ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشہیح :- عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقتِ محمدی ہے، اور اس دہر دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا ہونا ولادتِ محمدی ہے۔ اور چالیس سال کی عمر شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحی نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پر آمادہ ہونا بعثتِ محمدی ہے۔ اس کا اجمالی گفتار کے بعد تفصیل کی طرف آئیے اور سب سے پہلے خلقتِ محمدی کا بیان قرآن اور حدیث کی روشنی میں سنئے۔

خلقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم :- اجسام سے قبل عالم امر میں فداوتِ انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نفعِ قرآن سے ثابت ہے جس کا مقتضایہ ہے کہ ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطریقِ اولیٰ عالم امداح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ  
ثَوْبًا وَكُورًا مَصْدُقًا لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ  
قَالَ ۖ اقْرَأُوا خُذُوا خُذُوا عَلَىٰ أَلْعُكُورِ أَمْ سَيُوقَالَ قَوْلًا مِمَّا  
فَأَشْهَدُوا وَإِنَّمَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ فَمَنْ قَوْلُ بَعْدَ ذَلِكَ

فَاوَلَيْتُمْ هَٰؤُلَاءِ مَنْ ظَلَمُوا ۖ

ترجمہ: اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور  
آٹے، تمہارے پاس رسولی معظّم جو تصدیق کرنے والا ہوا اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے تو  
تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرورت نہ کرو گے، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرے عہد  
کو قبول کر لیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا قراب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے  
ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو ہی لوگ نافرمان ہیں۔

وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ  
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكَ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا ۚ

ترجمہ: اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کر لیا ان سے  
ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ اوسے کیوں نہیں (بیشک تو تمہارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں؟  
تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفوس قدسی نے علی کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بریت  
کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا، اس واقعہ کا مقصد یہی  
یہی ہے کہ ذات پاک مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔ نیز فرمایا۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْ نُوحٍ وَأَبْرَاهِيمَ

وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا

ترجمہ: اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور عہد سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ  
عسیٰ سے جو ميثاقہ ہے مریم کا، اور لیا ہم نے ان سے پکا اقرار؟

اس آیت کریمہ میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں  
دیگر انبیاء علیہم السلام تبلیغ رسالت پر عہد یا وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ

عہد انزل لایا واقعہ بھی عالم ارجاع کا ہے فاسر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اس وقت نہ ہو گئی ہوتی تو اس عہد ماقبلہ کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

دہایہ امر کی خلقت محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جس نبی اکرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے تراں مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح ارشادات ملتے جاتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تو صراحتاً وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازل خلق ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ثَلَاثَ الرِّسَلِ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ رِجَالٌ  
وَمِنْهُمْ مَوْجِبَاتٌ -

ترجمہ یہ سب رسول ہیں فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر، بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کام لیا اور بعض کے وجہ بند کئے۔

جن کے وجہ بند کئے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضور کے درجوں کی بندی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ درجات خلقت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بلند ہے اور آپ سب سے پہلے مخلوق ہو کر سب کی اصل ہیں۔  
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اسے مہمہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کیلئے؛  
آیت کریمہ اس بات کی روشنی دہاں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لیے رحمت ہیں۔  
اس آیت میں مطلقاً اس طرح اپنے علوم پر ہے جیسے الحمد للہ رب العالمین میں کیا ہے،  
کہ بعض مواقع میں مطلقاً قرآن غائبیہ کی وجہ سے مخصوص ہے، لیکن اس آیت کریمہ میں کوئی دلیل خصوصی نہیں پائی جاتی، بعض قرآن غائبیہ کے علوم کی تائید کرتے ہیں مثلاً کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت  
للعالمین ہونا جہت رسالت سے ہے یعنی حضور رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں  
لہذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
جس کے لیے رسول ہوں گے اسی کے لیے نبت قرار پائیں گے اب یہ معلوم کر لیجئے کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کس کے لیے رسول بن کر تشریف لائے؟ تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے اُرْسِلْتُ

اِنَّ الْخَلْقَ كَافَّةً میں ساری مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں؟

جب وہ ساری مخلوق کے لیے رسول ہوئے تو رسولِ عالمین قرار پائے۔ لہذا ضروری ہوا کہ آپ رحمتہ للعالمین ہوں۔ ثابت ہوا کہ جس طرح حضور کی رسالت تمام عالمین کے لیے عام ہے اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لیے عام اور ماسوی اللہ کو محیط ہے۔

دہا یہ بڑا کفار و مشرکین وغیرہ بدترین لوگوں کے لیے حضور رحمت نہیں اس لیے کہ وہ عذاب الہی میں مبتلا ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ظہور رحمت کے مراتب ہر ایک کے حق میں متفاوت ہیں۔ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔ لا فسوق بین المؤمن والمکافر من الاصل والین فی ذالک والرحمت متغلوثۃ تفسیر روح المعانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے رحمت ہیں اس بارے میں یوں و کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر رحمت ہر ایک کے حق میں مختلف اور متفاوت ہے کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لیے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے منہ پھیرا اور حضور کی رحمت میں کوئی نقصان نہیں ہے شہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَیَسَّعُ رَحْمَتِیْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے رحمن و رحیم ہونے میں کچھ فرق آئے گا؟ یا حسی شیئی کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائے گا۔ معاذ اللہ! ہم معاذ اللہ نہیں اور مگر نہیں، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے مگر بعض افراد اپنی عدمِ اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ رحمت خداوندی سے فائدہ اٹھائیں معلوم ہوا کہ کسی کار رحمت سے فائدہ نہ اٹھانا رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں اور عالم ماسواً اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فردِ عالم کے لیے رحمت ہیں اور حضور کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مریضہ ایسا دین تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سیدہ الموحرات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم... اصل ایسا دین۔ حضور کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہو سکتا۔ وجودِ نعمت ہے اور عدم اس کی ضد۔ کل موجودات

تہذیب شہذیب صفحہ ۳۱۱ - پتھر ۶ -

امام احمد بن صالح اشعری کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نجد میں کوئی شخص عبد الوہاب  
نے ہمیشہ دیکھا وہ جنہوں نے فرمایا انہیں؟ امام عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث مذکور میں اس حدیث کی تصریح  
فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔ قد خلق کل شیء من نوره صلی اللہ علیہ وسلم  
کمال و بھ الحدیث الصحيح " اسی حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی دلائل النبوة  
میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ مطالع السیرت شرح دلائل الخیرات میں علامہ فارسی  
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قد قال الاشعری انه تعالى نور ليس كالأضواء والروح  
النسوية القدسية لمعة من نوره والملائكة شروق ثلاث الانوار وقال  
صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق الله نوری ومن نوری خلق کل شیء و  
غیرہ مما فی معناه یعنی عقائد میں اہلسنت کے امام سیدنا ابو الحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح  
مقدسہ اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے پھیل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا ہوئی  
اس حدیث کے علاوہ اور بھی مدشیں اس مضمون میں وارد ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوة میں فرمایا: ”وہ حدیث صحیح وارد شد کہ اول ما خلق اللہ نور“ یہ مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۲۴ پھر حدیث جابر کا مضمون بیان فرمایا کہ کثیر التعداد جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا اس کی تصحیح فرمانا، اس پر اعتماد کر کے اس سے مسائل کا استنباط کرنا اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے خصوصاً سیدنا عبد الغنی ہاملسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حدیقہ نذیہ کے بحث ثانی نور المستین من آفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق الحدیث الصمیم فرمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے جو اس حدیث کی صحت میں متردد رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نور کی اضافت بیان یہ ہے اور نور سے مراد ذات ہے زرقانی جلد اول صفحہ ۴۲

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک یعنی ذاتہ مقدسہ کے

اپنے نور یعنی اپنی ذاتِ مقدسہ سے پیدا فرمایا، اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ حضور علیہ السلام کی ذات کا مادہ ہے۔ یا نعوذ باللہ۔ حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا کچھ حصہ ہے۔  
تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً

اگر کسی نادانِ حق شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے تو یہ کہنا فرض ہے۔ اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے، بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ذاتی تمثیلی فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہورِ اولیٰ تھی، بغیر اس کے کہ ذاتِ خلقیٰ نور محمدی کا مادہ یا حصہ اور جزو قرار پائے یہ کیفیت متشابہت میں سے ہے جس کا کہنا ہمارے لیے ایسا ہی ہے جیسا قرآن و حدیث کے دیگر متشابہت کا سمجھنا۔ البتہ کہتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہوتا ہے لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی ضرورت اور مددنی میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور سے ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور ان کے نور محمدی نور ذاتِ احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی کو نور خداوندی سے قرار دینا صحیح ہو یا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا، اور اس کا ایک شیشے سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے آفتاب کے نور کو کم کیا نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی بحقیقت یہ ہے کہ فیضانِ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور کو پہنچا اور حضور کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیضان حاصل ہوا اس کے بعد اس شب کو بھی دور کرتے جائیے کہ جب ساری مخلوق حضور کے نور سے منور ہوئی تو ناپاک بغیثت اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہوگی جو حضور کی شدید ترین چیز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوقات حضور علیہ السلام کے آفتاب وجود سے فیضانِ وجود حاصل کر رہی ہے جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارضی میں جمادات و نباتات اور کل معدنیات جملہ مرالید اور جو اس اہرام کے حقائقِ لطیفہ اور خواص وادصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہیں اور کسی کی باطنی بری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کے لیے قباحت یا نقصان کا موجب

ذہانت

ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزیں کازہر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات وغیرہ کے اور ان علوم و دواخ کھنڈ میٹھا سڑا، اچھی بڑی ڈسب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی مصفت سورج کے لیے مکار کا موجب نہیں کیونکہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں کہا جاسکتا، البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف و خواص پائے جاتے ہیں جن کی بنا پر انہیں قبیح، ناپاک اور برا کہا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا، اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ السلام کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندہ چیزیں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں تو اور محمدی کی شعاعیں عالم موجدات کی برائیوں اور نہایتوں سے معاذ اللہ کیونکر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور علیہ السلام کے قد میں حقائق اشیاء پانی جاتی ہیں، اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی، نہایتیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں، نہایتوں کا جو کھا دیکھتوں میں ملا جلا جاتا ہے اسی کے نجس اجزاء اور پودوں کی غذا بن کر غلہ، دانہ، پھول اور پھل بریل اور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور وہی اجزاء غلیظہ فلفلہ اور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے ہیں اور کسی قسم کا تردد دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاک کے اثرات معدنیات پر آتے ہیں جو محض امور اعتباریہ ہیں حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اس لیے کل مخلوق کا فوڑہ ستھدی سے موجود ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

تقسیم نور :- حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نور محمدی تقسیم ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب نور محمدی کو پیدا فرمایا تو اس میں شعاع و شعاع برسا آگیا اور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں، اس مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ فرمایا، دیکھئے زرقانی علی المصابہ جلد اول ص ۱۷۰۔ رہا یہ شبہ کہ نور محمدی سے روح محمدی ملا ہے، لہذا حضور علیہ السلام کا نور ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریفین



میں نورِ مہربانی سے سورۃ واروہ میں طعن نورہ میں اضافت بیان ہے اور لفظ نور  
سے اللہ تعالیٰ سے وہی طعن نورِ مہربانی میں اضافت بیان ہے اور لفظ نور سے ذات  
پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لہذا وہ ثابت ہے کہ لفظ نور سے تعبیر نہ ہو گیا ہے  
اس مقام پر یہ کہنا کہ حضرت رسول پاک نور ہے جسمِ اقدس نور نہیں پیغمبری پر مبنی ہے جسمِ اقدس کی  
لطافت اور نورانیت پر انشاء اللہ ہم آئندہ گفتگو کریں گے ہرگز استعارتس کو دیکھنا ہی  
سمجھتے ہیں کہ حدیثِ جاریہ میں تمام اشیاء سے پہلے جس نور محمد صلی کی خلقت کا بیان ہے وہ حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کا نور ہے اور وہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے جسے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی اور پاکیزہ اجزاء سے جسم کا جوہر لطیف کہا جاسکتا ہے اس لیے کہ وہ  
نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا گیا ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔  
وفي الخبر لما خلق الله تعالى آدم وجعل (ادع ذالك النور، نور المصطفى في ظهرو  
فكان) شدة (يلمع في جبينه الخ زرقانی علی الموابہ جلد اول ص ۴۹)۔ موابہ

ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداحتہ باطل ہے۔ لہذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ السلام کی روح مبارک نہیں رکھی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں جو نور ذات محمدی کی شعاعیں تھیں۔

ارواح بنی آدم کا ان کے آبا کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ استقرار محل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں کہنے کے لیے بھیجا ہے اور چار باتیں لکھ دیتا ہے۔ اس کا عمل، عمر، رزق اور مدد رخی یا جنتی ہونا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ شکوۃ ص ۲ معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ حکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ضروری ازالہ: شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا، معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ پشت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ وہ ان کے اشخاص شاید تھے جو مثالی صورتوں میں ان کی پشت مبارک سے۔ قدرت ایزدی ظاہر کئے گئے تھے، کیونکہ ہم اسی حدیث صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نطفہ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ذریعہ اپنی عزت و کرامت کے مقام میں جلوہ گر ہوا اور پشت آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمانیہ کے جوہر لطیف کے اوزار رکھے گئے تھے جو اصلاب طاہرہ اور ارواح طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

تطبیق: بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا، اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی علی اللہ علیہ وسلم پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا، جیسا ان کی تفسیر کر رہے ہیں۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ نور مبارک پشت آدم ہی میں تھا لیکن اپنے کمال فورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔

الحمد للہ ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کا بدن مبارک

میں فرماتا۔

صاحب روح المعانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے واسطے میں ارقام فرماتے ہیں۔  
 ولذا کان نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول المخلوقات ففی الخشب اول  
 ما خلق اللہ تعالیٰ نور نبیہ یا حاکم تفسیر روح المعانی ۱۰ ص ۹۰۔  
 ترجمہ: چونکہ حضور علیہ السلام وصال بعض میں واسطہ تعلق ہیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات  
 ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے "سب سے پہلی وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ تیرے  
 نبی کا نور ہے اے جابرؓ"

اس حدیث جابر مذکورہ کو سرحدی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی نشر الطیب کے ص ۶ پر  
 تفصیل سے لکھا ہے۔

(۱۲) حدیث حضرت عراب بن سادیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام احمد بیہقی، و حاکم نے حدیث عراب بن سادیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور  
 علیہ السلام نے فرمایا: بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہرچکا تھا! اور اللہ تعالیٰ علیہ السلام ابھی اپنے  
 خیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پہلا نبی نہ بنا تھا، حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا، مشکوٰۃ شریف  
 میں بھی یہ حدیث بروایت شرع السنہ مذکور ہے، جواب اللہ فی جلد ۱ ص ۱۰۔

ایک شبہ کا ازالہ: اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی دنیا میں تمام نبیوں کے خاتم ہونے والا  
 نہیں، یہ معنی دنیا میں متحقق ہو سکتے ہیں عالم ارواح میں کمال معنی کا ثابت ہوا ممکن نہیں لہذا اس حدیث کے  
 معنی یہ ہوں گے کہ حضور کا خاتم النبیین ہونا علم الہی میں مقدر تھا یا یہ کہنا پڑے گا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری  
 نبی نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نبی ہیں۔۔۔۔۔ اور حدیث کا  
 مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہرچکا تھا، یہ کہ خاتم النبیین ہونا علم الہی میں مقدر تھا، کیونکہ  
 علم الہی میں تو ہر چیز مقدر تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونے کا جبروت اور ظہور درواگستری  
 اللہ تعالیٰ نے عالم ابدان میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمادیا  
 بایں معنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی بھی مجرب ہے اگرچہ جانے  
 لاواقع ابھی نہ کیا ہو۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو اسیر جہاد مقدر کر دے تو اس امارت کا ظہور

جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا، اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہو گیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہلے سے ثابت تھا لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کے لیے اسی وقت ظہور لازم نہیں رہا۔  
 لیے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے۔ لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی ہوا۔  
 (۳) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کبار نے حضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: <sup>اصول</sup> و بین الموح والجد آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی، یہ روایت ترمذی شریف کی ہے اور علامہ ابو علی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے امام محمد بن فضیل نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے علیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔ مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۷۰

(۴) حدیث حضرت امام زین العابدین علی آباءہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔  
 حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد اکرم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا میں پیدا ہوا تو آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا انسانی المیرت جلد ۱ ص ۱۲۰  
 از الہ شہید۔ اس روایت میں غلطی آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور کے نور پاک کا ذکر ہے، حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار کا ذکر ہے اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔ لہذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

(۵) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ عرض کیا حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ جو تجھے حجاب عقلت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرائیل! میرے رب کی عزت و جلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں، انسان العیون جلد ۲۹، روح البیان جلد ۳ ص ۵۴

آیات و احادیث کی روشنی میں اور بعض علماء مفسرین کی تصورات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت مبارکہ کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے آگیا اور اس آراء میں بعض فوائد بھی مذکور ہو چکے اس کے بعد ولادت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔  
ولادت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم: بیان سابق میں یہ بات آچکی ہے کہ حضور علیہ السلام کا زور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں دکھایا جو ان کی پستانی سے چمکتا تھا اور زمین اصلاط طابہ و اود ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا جیسا کہ ابو نعیم کی روایت میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباء ماجد و سفلی سے پاک ہیں یعنی میرے والدین ماجدین سے کہ آدم و حوا علیہما السلام تک کوئی عمرو یا عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی یا بیحیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاط طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔ (مواعظ اللہ زیہ جلد ۱)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واہد بن الاسقع سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، سرکار ارشاد فرمایا ہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنایہ کو منتخب کیا اور کنذہ سے قریش کو قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا، اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو برگزیدہ۔  
منہ ملایا الخ -

۱۰۔ مہربان ابونعیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت لاتے ہیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ میں تمام شارق و مغارب میں پھرا، میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا شخصیت والا کوئی نہ پایا، نہ خاندان بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ انسان العیون جلد ۱ ص ۲۶۔

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابوبکر ابن الی مریم سے اور وہ ابوسعید بن عمرو انصاری سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد ماجد عبدناکعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن عظیم کعبہ میں سوئے، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرسہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والدین ایسا ہاتھ پکڑ کر لائیں کہ پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ انہوں پہلے قبیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ حضور کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب کے چچا تھے۔ یعنی حضور کے والد ماجد جناب عبدالمطلب اپنی والدہ کے شکم مبارک میں جلوہ گر ہو گئے جناب عبدالمطلب کچھ عرصہ تک کی خوشنودی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک انکی پیشانی میں چمکتا رہا جب کہ میں تو بڑا بزرگ و بزرگ و بزرگ کا ہاتھ پکڑ کر جبل قبیس کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے لغرب خداوندی و خود بخود آئے اور بارش کے لیے دعا میں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو نور مستندی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برتی۔ موابہب اللہ نبیہ جلد اول ص ۱۵۔

ابونعیم اور جبرائیل امدان عساکر نے بطریق عطا یہ تا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند جلیل جناب عبد اللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاحنہ ملی جو یہودیہ ہو گئی تھی اور وہ کتب سابقہ پر بھی ہوئی تھی، اس کو فاطمہ خنیفہ کہتے تھے، اس نے حضرت عبد اللہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبد اللہ کو اپنی طرف بلانے لگی۔ مگر حضرت عبد اللہ نے اس کا رد فرمایا۔ موابہب اللہ نبیہ جلد اول ص ۱۶۔

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد اہل آدم وحواء علیہما السلام کے نانا و ناناہی سے پاک ہونے پر اجماع امت ہے، البتہ ہر فرد کے مومن ہونے میں اختلاف ہے۔ سداً افضل نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباؤ اس کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضرورت ایمان سے قرار دیا اور اہل سنت نے اس کو قطعی اور مجتہد فیہ مانا اس وجہ سے اس مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہو گئے لیکن متاخرین جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدینؑ نے کرم و حر علیہما السلام کثرت کل آباء و اجداد مومن و مراحمہ میں اور کسی کا کفر و شرک قطعاً ثابت نہیں ان محققین متاخرین کے نزدیک اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ مہاربات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے اور جن روایات میں انا ابی و ابا حکم فی السار آیا ہے وہاں بھی لفظ اب سے ابراہیم وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کے لیے حضور علیہ السلام کو استغفار کا اذن نہ ہوتا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کے لیے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا دہم پیدا کرتا ہے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ایام مقررہ میں تھے اس لیے ان کی نہات کے لیے اعتقاد ترجیح کافی تھا کسی شریعت و احکام الہی کا اس وقت وجود نہ تھا جس کی وجہ سے کوئی گناہ قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا، لہذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہونا کسی کا ذہن ان کے گناہ کا دہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور علیہ السلام کے والدین ماجدینؑ کا زندہ ہونے کے بعد ایمان بھی اس لیے نہ تھا کہ معاذ اللہ وہ کفر پر مبرے تھے۔ بلکہ صرف اس لیے ان کو زندہ کیا گیا کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے حضور علیہ السلام کے والدین کی زمین کی بابت۔

فقد اکبر کعبارت ما تاعلیٰ الکفر علی مدون المضاف ہے اسی ما تاعلیٰ عہد الکفر یعنی موت حضور کی نبوت اور اسلام کے ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی جو کفر و جاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ بحالت کفر مبرے ہوں۔

ما تاعلیٰ تدری نے حضور علیہ السلام کے والدین معظمینؑ کے کفر پر بہت زور دیا ہے، لیکن اخیر میں رجوع کر لیا، اور تو یہ کہ دنیا سے نجات ہوئے۔ جیسا کہ حاشیہ نمبر اس ماثیثہ ۵۲۶

پر ہے۔ ونقل توبۃ عن ذالک فی القول المستحسن ( )

**فائدہ :-** حضور کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا اہل علم پر غنی نہیں اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلہ کے سوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے، ظاہر ہے کہ خوش عقیدگی منافع ہونے والی چیز نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور وہ اس قول شیعہ سے تائب ہوئے نفعیہ کا بہمان طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے علاوہ بھی جن خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہو گئی ہے ان کے حق میں بھی ہمیں یہی جن نکل رکھنا چاہیے کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توفیق توبہ عطا فرمادی ہوگی۔

وعدا اللہ علی اللہ بعزیز۔

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علما کا وہ کلام جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے، درحقیقت وہ ان روافض کا وہ ہے جو اس مسئلہ کو قطعی قرار دے کر اسے ضرورت دین میں شمار کرتے ہیں، جیسا کہ ان کے عنوان کلام قالت الشیعۃ اور اس کے بعد قال اصحابنا سے واضح ہے، یہ نہیں کہ ان کا یہ کلام اہل سنت کے رد میں ہے اور معاذ اللہ انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا پہنچائی ہو معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔

مراہب اللدیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارتقام فرماتے ہیں کہ جب اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ معاذ اللہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکہ معظمہ پر چڑھا تو اسی کے آگیا تو حضرت عبد المطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جناب عبد المطلب کی پیشانی میں بھل ہلال نورانہ ہو کر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں حضرت عبد المطلب نے اپنی پیشانی - کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے، یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ (مراہب اللدیہ، جلد ۱ صفحہ ۱۵)

حضرت عبد المطلب کے ادب ابرہہ کے شک و لے پکڑے گئے تھے انہیں چھلانے کے لیے جناب عبد المطلب ابرہہ کے پاس گئے، آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت و ہیبت فوراً قدس



کی وجہ سے ابرہہ ازراہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اتر اچھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بیٹھایا۔ (مراہب اللذنیہ جلد ۱: ۱۰۰، تاریخ حبیب الازہر)۔

ابرہہ نے شکر کی خبر سونے کے لیے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو فوراً بھک گیا انداس کی زبان لڑنے لگی اور وہ ہوش ہو کر گر پڑا جس طرح میل ذبح ہوتے وقت خولے مارنے لگتا ہے جب ہوش میں آیا تو عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریش ہیں (مراہب اللذنیہ، جلد اول ص ۱۵)۔ ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ کا ہاتھی تھا باقی سب ہاتھی سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے سجدہ کیا کرتے تھے اور اس بڑے ہاتھی نے راجہ جو سدھائے ہوئے ہونے کے بھی ابرہہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لائے تو اس نے سائیں کو حکم دیا کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھی کو حاضر کرے جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ پر نظر کی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا جیسے اونٹ بیٹھتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی دی۔ ہاتھی نے کہا السلام علی النور الذی فی ظہورک یا عبدالمطلب سلام ہم اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے اے عبدالمطلب، مراہب اللذنیہ جلد اول ص ۱۶ انسان الیون جلد ۱ ص ۵۔

**عبدالمطلب کی نذر اور خواب اور حضرت عبد بن عبدالمطلب کی شہادت**

ابتداء میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک صاحبزادے عمارت تھے، آپ نے نذر مان کر اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معاون ہوں تو ان میں سے ایک بیٹے کی میں قربانی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب زرم کھودنے میں مصروف ہو گئے اور یہ کام ان کے لیے بڑی عزت و فخر کا موجب تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹے پورے کر دیئے

چھٹے نام حسب ذیل ہیں۔

عمارث، زبیر، جمل، ضرار، حنظل، ابوہلب، عباس، حمزہ، ابوطالب، عبد اللہ  
ان میٹوں میں چھٹیں شہادی ہر بیٹے کو ایک رات جناب عبدالمطلب کے بطن سے قیام میل میں مشغول تھے، خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ عبدالمطلب اس میں تندرست نہ رہیں گے

کے سب کی جزدانی تھی وہ پوری کیجئے۔ عبدالمطلب مرحوم ہو کر گھبرائے ہوئے اٹھے اور حکم دیا کہ فوراً ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء و مساکین کو کھلا دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر سوئے قرعہ <sup>انگل</sup> خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے: ”اس سے بڑی چیز قربان کیجئے“ بیدار ہو کر ادب قربان کیا اور پہنچ گئیں کو کھلا دیا۔ پھر سوئے قرعہ <sup>انگل</sup> آئی اس سے بھی بڑی چیز قربان کیجئے ”فرمایا اس سے بڑی کیا چیز ہے؟ خدا فیضے والے نے کہا: اپنے ایک بیٹے کی قربانی دیجئے۔ جس کی آپ نے جزدانی تھی؟ آپ یہ سن کر گلین ہوئے اور اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں فداءِ مذکر کی طرف دعوت دی۔ سب نے کہا: ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں ذبح کر دیں۔ آپ نے فرمایا قرعہ ناری کر لو و قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا جو جناب عبدالمطلب کے محبوب ترین بیٹے تھے۔ قرعہ <sup>انگل</sup> چلنے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، پھر لی لی اور ذبح کرنے کے لیے چل دیئے۔ جب گھری پھرنے کا ارادہ کیا تو رسالت قریش سب جمع ہو کر آگئے اور عبدالمطلب سے کہنے لگے: آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں۔ ”سروا بان قریش بوسے کہ ہم آپ کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر کر کے سکدوش ہو جائیں اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کے لیے مٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہو جائے گی۔ سروا بان قریش نے مشورہ کر کے جناب عبدالمطلب سے کہا چلے فلاں کا ہنہ کے پاس چلیں جس کا نام قطبہ ہے۔ بعض نے اس کا نام ساج بتایا ہے، شاید وہ آپ کو ایسی بات بتائے جس میں آپ کے لیے کشادگی اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کا ہنہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا: تم میں غرن بہانستہ ہو تمہارے۔ کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے بتایا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کریں۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام کا نکل آئے تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ ڈالیں اور جب تک عبداللہ کے نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں یہاں تک کہ اونٹوں کے نام کا قرعہ ڈالیں، جب ایسا ہو تو ان اونٹوں کو عبداللہ کی بجائے فوج کر دیا جائے وہ قربانی کو عبداللہ کی قربانی ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہر قرعہ پر عبداللہ کا نام نکلتا رہا اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹ تک پہنچے تو جناب عبداللہ کی بجائے اونٹوں کا نام قرعہ میں نکلا اور سو اونٹوں کو قربان کر دیا گیا۔ قربانی کی نہیں بلکہ جناب عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی قربانی قرار پائی یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو بیٹوں کا بیٹا ہوں، یعنی حضرت اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام اور

عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتہی، مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۱۰۱

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے پیشادین کرنے کی غذا اس وقت مانی تھی جب آپ کو زہم کا کڑواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا، اور اس سلسلے میں آپ کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ پر آسان کر دیا تو میں ایک بیتا اللہ کے نام پر قربان کر دوں گا (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۱۰۱)

نسب شریف :- منقولہ شریف میں ہے کہ ترمذی سے روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں مجھوں عبد اللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا، اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گدہ میں بتایا یعنی انسان بنایا، انسان میں دو فریق ہیں ایک عرب اور عجم۔ مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بتایا عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیکار یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خانہ بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا، یعنی بنی ہاشم میں پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

حضرت علی کہم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح یعنی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا ہوں آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک سفاح یعنی باہلیت کا کوئی مورث مجھ کو نہیں پہنچا یعنی نہ باہلیت میں جو بے احتیاطی ہو اگر کئی قبیلے آباؤ اجداد باہلیت سب اس سے منزہ رہے، پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے روایت کیا، اس کو طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے اسطیں (مواہب اللدنیہ)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا مرفوعاً یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد عورت بطور سفاح کے نہیں ہے کسی کا مطلب یہ ہے کہ جس قرابت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو مثلاً "صلیٰ نہ ٹھہرا ہو، وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول و کور و امانات ہمیشہ بڑے کام سے پاک رہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو اصحاب طہیجہ ارحام طاہرہ کی طرف مصطفیٰ مہذب کر کے منتقل کرتا رہا جب کبھی دوشے ہوئے جیسے عرب و عجم پھر قریش وغیرہ قریش و علیٰ ذہا میں بہترین شعبے میں رہا۔ (مواہب اللدنیہ)

دلائل ابونعیم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فقار رقی

میں اور آپ جبریل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق و مغرب میں پھر اس میں  
نے کوئی شخص جو اصل اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور  
اس طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ انا سمعت کے استثنیٰ  
یعنی حدیث کے صفات پر نمایاں ہیں۔ (مواہب اللدنیہ) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول  
پر منظور فرمایا گیا ہے۔

۲ آفاق گر دیدہ ام مہر چاں در دیدہ ام  
بسیار عرواں دیدہ ام لیکن سچے زدیگرے

حکوات میں مسلم سے روایت دائر بن الاسحق مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا، اور  
کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے محمد کو۔ اور ترمذی کی روایت  
میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

نسب نامہ :- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبدالمطلب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن  
عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ  
بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہذا شدا : ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا  
نسب نامہ جناب عدنان تک لکھا ہے کیونکہ اس کے بعد نسب بیان کرنے والوں کے بارے میں  
ارشاد ہوا ہے کذب النسابون اور محتاط علماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف  
لکھا ہے۔

زمانہ مدفونیت :- ابن شیح نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جہولاء) فرشتوں  
کی جنش دینے سے ہلاک رہا تھا۔ (مواہب اللدنیہ)

ہیبتی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب ہی تھے  
کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ پھر پایا ہے تو اپنے دودھ پھر دنانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام  
فرمایا وہ یہ تھا اللہ اکبر کعبیرا والحمد للہ کثیرا وبصحة اللہ بکسرة  
واصبلا جب آپ ذرا سوجھدار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو کہتا دیکھتے

۲۳  
گران سے طبعہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) (مواہب اللندیہ)

ابن سعد، الانسیم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ آپ کو کہیں دور نہ جہلنے دیا کرتے ایک بار ان کو کچھ خبر ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیامہ کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مویشی کی طرف چلے گئے، حضرت علیؓ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا، کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا، امان میرے بھائی کو گرمی نہیں لگی، میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔

حضرت علیہ سعدیہ سے روایت ہے کہ میں (طائفہ سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دو دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مل کر چلی (اس تبدیلی کا یہی کام تھا) اور اس سال سخت قحط تھا میری گود میں ایک بچہ تھا، مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہو، مادت بھرا اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آئی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا، میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو غائب لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا، ہر ایسی ہی اس سے تنگ آ گئے تھے ہم کو کہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ فطام واکرام کی توقع نہ ہوتی اور واضح ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا، یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں، میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا کرے، غرض میں آپ کو جا کر لے آئی جب اپنی فودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا، غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا اور رات بھر آرام سے گزری اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا، شوہر کہنے لگا اسے علیہ السلام تو بڑے برکت والے بچے کو لائی میں نے کہا ہاں مجھے بھی یہی امید ہے، پھر کہہ سے دوا نہ ہوئے اور میں آپ کو لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی، پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پر نہ کر سکتی تھی، میری ہر ایسی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ علیؓ ذرا آہستہ چلو، یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں، میں نے کہا، ہاں وہی ہے، وہ کہنے لگیں بے شک اس میں کوئی بات ہے، پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا، لیکن میری بھینچا دودھ

بھڑی آتیں ہو۔ دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا زلتا، میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ اترتے ہی میں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراگاہ میں چرنے کیلئے چھوڑے مگر کچھ ہی دن کے جانور اسی قدر میرے جانور بھرے آئے کہ چونکہ چراگاہیں یکساں تھیں وہ تولبت ہی اور تھی انھوں نے ہم پر بخیر و برکت کا شاہدہ کرتے ہوئے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا آپ کا نشو و نما اور بچوں سے بہت زیادہ نکلا، یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے، پھر جسم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور ہیں اس لیے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے دوبارہ مکہ میں جلنے کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے سوچنا۔ بیٹے بعد ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مویشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دڑوتا ہوا آیا، مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قرشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں، سوچم دو نوں گھبراتے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ کمرے میں، لیکن رنگ متغیر ہے، میں نے پوچھا، کیا کیا تھا؟ فرمایا، دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا کیا تھا، ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے، تب شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو ان کے گھر میں آیا، میں آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی، پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمت کر چکی، خدا جانے کیا اتفاق ہوا، اس لیے لائی ہوں، انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں، پس سگلا؟ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا۔ کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا ان کہنے لگیں۔ ہرگز نہیں واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا، میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے پھر انہوں نے بعض حالات حمل اور ولادت کے بیان کئے اور بعد میں فرمایا اچھا ان کو چھوڑ دو اور غیبت کے ساتھ جاؤ۔ (سیرت ابن ہشام)

حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ ایسہ اور جذامہ کے بھائی اور یہ جذامہ شیباء کے نام سے مشہور ہیں اور یہ سب اولاد ہیں عارث بن عبدالعزیٰ کی جو شوہر ہیں حلیمہ کے ملنی زاد اولاد بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمارتہ اور زوا المعاد)

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شوق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو اور ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بجاری نکلا، پھر اسی طرح تنو کے ساتھ، پھر ہزار کے ساتھ کیا، پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کر دے تب بھی یہ وزنی نکلیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

اس جہل میں آپ کو بشارت سنائی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں، آپ کا شوق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا، ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا، دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے ماہ رمضان غار حرا میں، جو حقیقی بادشبہ مطہر میں اور پانچویں بشارت نہیں۔ (شماتہ تبغیر میر)

(ایام طفولیت مبارکہ میں شوق صدر کے بعد سیدہ اقدس کو ٹانگے لگائے گئے  
جمع مسلم جلد اول صفحہ ۹۲ پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے مطابق) کھیل رہے تھے، جب انیس علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر سیدہ اقدس چاک کیا، قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منہ خوں نکالا اور دم کے پانی سے دھو کر سیدہ اقدس میں رکھ کر سیدہ مبارک بند کر دیا، وہ بچے کی طرح ساتھ حضور علیہ السلام کھیل رہے تھے۔ آپ کی رضاعی ماں (ملیہ سعیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس گئے تو کہنے لگے اَقْدَسُ قَدَسٌ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم واکہ وسلم قتل کر دیئے گئے تو لوگوں کو ڈرے ہوئے اُٹے تو رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں سوئی سے رے جانے کا نشان دیکھتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوق صدر مبارک کے متعلق روحانی، منافی، کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں بلکہ یہ شوق ہر چاک کیا جانا، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے، کیونکہ سیدہ اقدس میں سوئی سے رے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا، پھر حدیثوں پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں ملیہ سعیدہ کے پاس آئے اور کہا کہ محمد قتل کر دیئے گئے، حضور علیہ السلام کے سینہ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منہ خوں کے باہر نکالنے کا واضح ذکر آوا

حضرت علیہ السلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ واقعہ بالکل حسی ہے، اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ شوقِ صدرِ مبارکِ پچھن میں ہوا یا جوانی میں، قبل الطغث ہوا یا بوقتِ معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وفاتِ حیاتِ حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے، کیونکہ انسان کا دل اس کی روحِ حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینہ سے باہر آ جانا روحِ حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ مگر یا اس واقعہ میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح قلبِ مبارک کے بیضہ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔ اسی طرح وہ روحِ مقدس کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

قائدہ جلیلہ: بفضیلتِ شوقِ صدرِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی، جیسا کہ تاہوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔  
كَانَ فِيهِ انْطَلَتْ الَّتِي يُعْطَلُ فِيهَا قُلُوبُ الْاَنْبِيَاءِ (فتح الملبم جلد اول ص ۱۸)  
یعنی تاہوت سیکینہ میں وہ طشت بھی تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے، چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت میں حیاتِ حقیقی عطا کی گئی، لہذا شوقِ صدر اور قلبِ مبارک کا دھویا جانا بھی اللہ کو عطا کیا گیا تھا تا کہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد المات پر دلیل قائم کی گئی اور اس طرح بالخصوص و تشبیہ مطلقاً حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

طبہ المہر کا زم زم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے قلبِ مبارک کا دھویا جانا: یہ تھا کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الطہیین و الطاہرین ہیں، ایسے طیب و طاہر کہ ولادت یا سعادت کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا، لہذا قلب اقدس کا زم زم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زم زم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں، بلکہ قلبِ اطہر کے ساتھ زم زم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کہ ثر و تنسیف کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔



بشق صدر کی حکمتیں: شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں، جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت خیرہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سموات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الہی سے مشرف ہونے میں کوئی وقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی کی دلیل: برخلافہ ازل شق صدر مبارک میں ایک حکمت بیغیرہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہو گئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی، لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے، لہذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا، پھر اسے شکاف دیا گیا اور وہ منجہ خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا، اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہوا اور وہ پھر بھی زندہ رہے، اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

قلب مبارک میں آنکھیں اور کان جبریل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو حب زرم کے پانی سے دھویا تو فرماتے تھے۔ قَلْبٌ سَدِيدٌ فِيهِ عَيْنَانِ تَبْصُرَانِ وَأُذُنَانِ قَدْ سَمِعَانِ۔

ترجمہ: قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے، اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں (فتح الباری، جلد ۱۳ صفحہ ۴۱)۔

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراہ حقانی ٹھوکر دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں، جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

دامی اور اک: جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادات حضور علیہ السلام کے قلب اطہر

میں آنکھیں اور کان پیدا فرمادینے میں تو اب یہ کہنا کہ درائے عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور  
 سنا اُحیاء ہے دائمی نہیں قطعاً باطل سمجھ گیا، جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے  
 تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور اُحیاء ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمت  
 الہیہ کی بنا پر کسی امر خاص کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ  
 اور عدم التفات کا حال ظاہری ہو جانا امر آخر ہے جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں  
 ہے۔ لہذا اس حدیث کی روشنی میں یہ یقیناً بالکل واضح ہو گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا  
 باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

شیخ صدر مبارک اور حضور علیہ السلام کا نورانی ہونا: علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے  
 ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شیخ صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے  
 کے منافی ہے، لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے، ان کی عبارت یہ ہے: وَكَوْنُهُ مَخْلُوقًا  
 مِنَ النُّورِ كَايْنِ فِيهِ كَمَا تَوَهَّيْتُمْ لِيْهِمُ (الرائض، شرح شفا قاضی میاں جلد ۱ ص ۲۳۸)  
 نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور: اتول! وبالله التوفيق! جو بشریت عیوب  
 و نقائص بشریت سے پاک تھا اسلئے نورانیت کے منافی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ  
 السلام کو نور سے مخلوق فرما کر قدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں ملبوس فرمایا۔ شیخ صدر ہونا  
 بشریتِ مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ لکھنا نورانیت کی  
 دلیل ہے۔ فَلَمْ يَكُنِ النَّتْقُ بِأَلَةٍ وَلَمْ يَسْلِ الدَّوْ

ترجمہ:۔ شیخ صدر کسی آلہ سے نہیں تھا نہ اس شکات سے خون بہا۔ (روح البیان جلد ۱ ص ۱۸۸)  
 حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے  
 کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو  
 احوال بشریہ پر غلبہ دے اور بشریت نہ جوتی تو بشریت کیجئے ہوتا اور نورانیت نہ جوتی تو انکس کا جوتہ تھا انکس بھی نوریت  
 جب کہیں خون بہا جیسے غزوۂ اعدی میں تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون  
 نہ بہا جیسے یلۃ المعراج شیخ صدر میں تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شب معراج شیخ صدر مبارک:۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس اور پسے نیچے تک چاٹ لیا اور تلب مہلک باہر نکالا، پھر اسے شکان دیا، اور اس سے غصہ کا ایک قطرہ نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ آپ کے اندر یہ شیطان کا ایک حصہ تھا خون کا قطرہ! شیطان کا حصہ بہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں خون کا قطرہ پیدا فرمایا ہے اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے یہ قطرہ اس کو قبول کرتا ہے (جس طرح قوت سامعہ آواز کو اور قوت باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوت شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوت ذائقہ ترشی اور تخی وغیرہ کو اور قوت لامر گری اور سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے، اسی طرح دل کے اندر یہ نجد خون کا قطرہ شیطان و دوسروں کو قبول کرتا ہے) یہ قطرہ واجب حضور علیہ السلام کے تلب مہلک سے دور کر دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو اقلے شیطان کو قبول کرنے والی ہو علامہ تقی الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہی مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات حقیقی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ میں اس خون کے قطرے کو کیوں پیدا فرمایا کیونکہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذات مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا، تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیہ میں سے ہے، لہذا اس کا پیدا کیا جانا خلقت انسانی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے، اور اس کا کمال دینا یہ ایک امر آخر ہے، جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہی)

مقامی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی نظیر بدن انسانی میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے جیسے قلعہ کا ہوا اور ناخن اور دھنچوں کی ددازی اور اسی طرح بعض دیگر زائدہ چیزیں (جن کا پیدا ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے۔ اور ان کا ازالہ طہارت و نفاست کے لیے ضروری ہے) مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا متحدہ ہے۔ اور ان کا زائل کرنا کمال تطہیر و تنظیف کا مقتضی ہے۔

(شریع شفاء۔ الما علی قاری جلد ۱ صفحہ ۳۷) اَشْوَلُ دِیَا لِلّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

چونکہ ذات مقدسہ میں حظ شیطان باقی ہی نہ تھا اس لیے حضور علیہ السلام کا ہمزاد ملنا بجز

گیا تھا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ آلَ مُحَمَّدٍ فَارْبِعُ مِائَةِ مِثْقَالٍ  
میرا ہر آدمی مسلمان ہو گیا، لہذا سولے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین غفاری نسیم ایضاً میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میرہ کے ہے جس کا دانہ  
اپنے اند کے تخم اور غٹھلی پر قائم ہوتا ہے اور اسی سے بھگی اور نگیسی حاصل کرتا ہے ماسی طرح وہ  
بموجود قلب انسانی کیلئے ایسا ہے جیسے جھوٹے کیلئے گٹھلی، لہذا ابتداء اس میں غٹھلی نہ ہوتی وہ پختہ نہیں ہو سکتی  
لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس میں غٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا بلکہ نکال کے پھینک دیا جاتا ہے جیسے  
کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینک دیتے کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے  
قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟ اگر اسی طرح یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ قلب اطہر میں خون  
کا وہ قطرہ اسی طرح تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا بھر کے دانہ میں غٹھلی ہوتی ہے۔ اور قلب اطہر  
اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا جیسے بھورا دانہ انگور سے گٹھلی بیج کو نکال کر باہر پھینک  
دیا جاتا ہے تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو گا کہ اس قطرے کو قلب اطہر میں ابتداء کیوں پیدا کیا۔

(نسیم الریاض، شریعہ شفاء قاضی حیات ص ۲۳)

راہِ امر کو فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں کہا کہ هَذِهِ حَفَظَتْ مِنَ الشَّيْطَانِ  
اِس کا جواب یہ ہے اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ خدا اللہ آپ کی ذات میں مٹا شیطان کا کوئی  
حصہ ہے، نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک، شیطان اثر سے پاک اور طیب و طاهر  
ہے، بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہوتی  
تو وہ یہی خون کا قطرہ تھا جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس  
کے بعد آپ کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح  
ہو سکے

الفاظ حدیث کا واضح اور

مدش منہورم یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ تو یہی خون کا قطرہ ہو سکتا تھا مگر جب  
یہ بھی نہ رہا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذات مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو، جو سب سے پاک  
ہے جو اس قطرے کے ساتھ شیطان کے تعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

شقی صمد مبارک کے بعد ایک نورانی مہلت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے سینہ اندر میں بھر دیا گیا، ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر طبیعی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں مثل فرمادیا اور یہ بشل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت و قدرت شان کا موجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے اور بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی یعنی علیہ کے بیٹے کے لیے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے، ایسا صل آپ کی طبیعت میں تھا، اور لوگوں میں کبھی آپ نے بول و براہ پر کڑے میں نہیں کیا بلکہ دوزں کے وقت مقرر تھے کہ اسی وقت مکھن دالے جانے ضرور ہیں اٹھا کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ کا ستر بربند ہوتا اور جو کچھ آٹنا تھا اٹھا جاتا تو فرشتے فرما کر ستر چھاپا کرتے (تواریخ مجیبہ ص ۱۷)

ایک بار اپنے بچوں کا واقعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لڑا کرتا تھا اور سب اپنی ٹنگی اڑا کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوتے تھے میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا۔ کیونکہ بچپن انسان اتنا سگفت بھی نہیں ہوتا، طبعاً اور عرفان بھی ایسے بچے سے ایسا مر غلاب حیا نہیں سمجھا جاتا، (نعتا غیب سے) نہ دے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی ٹنگی باندھو، بس میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لٹانے شروع کر دیئے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ابن عساکر نے علی بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں کو معطر میں پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے قریش نے کہا اے ابوطالب چلو پانی کی دعا مانگو، ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا، اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سو۔ نہ نکلا ہوا لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے، ابوطالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کب سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا، اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برس۔ (مواہب اللدنیہ) اور یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا (تواریخ مجیبہ ص ۱۷) ایک مرتبہ آپ ابوطالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے، راہ میں بحیرہ احمر سے گزرے، آپ کو اس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر و سردار سب عالموں کے ہیں، اور اہل کتاب اور

یہ دو نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ بے جا و مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے  
سوا ابو طالب نے اہل تہارت وہیں فروخت کیا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ پھر آئے۔

(تواریخ حبیب اللہ)

آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے، جب ان کے خیال کے ہمراہ کھانا کھاتے  
نوسب تک میسر ہ جلتے اور جب نہ کھاتے تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شماۃ)

گویا آپ کی برکت خود ابو طالب کی کفالت کر رہی تھی اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی  
ام اللہ و جدہ کو آپ نے احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

ان کے اسمائے مبارکہ کو آپ جن کی تربیت میں رہے :- آپ ابھی نانہ حمل میں تھے  
کو آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہو گئی (سیرت ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل پر گذرے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ ۳۰ شام کو قافلہ منقرض  
کے ساتھ تہارت کو گئے تھے، وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیماری کی حالت میں  
خبر گئے اور وہیں پر وفات پائی۔ (تواریخ حبیب اللہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف  
اپنے انارب سے ملنے گئی تھیں، لہذا کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں  
نے وفات پائی۔ (سیرت ابن ہشام) اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (مواہب اللذیہ)

پھر آپ اپنے دادا عبد المطلب کی پرورش میں رہے، جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبد المطلب  
کی بھی وفات ہو گئی۔ (سیرت ابن ہشام) اور انہوں نے ابو طالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی چنانچہ  
پھر آپ ان کی کفالت میں رہے۔ (سیرت ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوۃ کا زمانہ بھی  
پایا اور سات روز تک آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیایا تواریخ حبیب اللہ۔ پھر چند روز  
تک شہبہ نے دودھ پلایا جو ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی، اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابو سلمہ  
حضرت عمرہ کو بھی دودھ پلایا اور اس وقت ان کا شہ مسروح بھی دودھ پیتا تھا، پھر حلیمہ سعدیہ  
نے دودھ پلایا۔ ان ہی حلیمہ سعدیہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحداد بن  
عبد المطلب کو بھی دودھ پلایا، یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے اور بہت کچھ مسلمان ہوئے، اور اس زمانہ

میں حضرت حمزہؓ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے سراسر عزت نے بھی آپ کو ایک دن دودھ پلا دیا حبیب علیہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہؓ دودھ پلنے کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں، ایک تہریب کے دودھ سے دوسرے سراسر سعدیہ کے دودھ سے۔ (زاد المعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔ آپ کی والدہ ٹوہہ اور علیہؓ نے شیخاؤ، آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ بن کا نام برکت ہے یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا، جن سے اسامہ پیدا ہوئے (زاد المعاد)

شباب سے نبوت تک کے بعض حالات :- جب آپ چودہ یا پندرہ برس کے ہوئے اور بالقریب بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قریں میں ایمان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس لڑائی میں بعض توارخ کے مطابق آپ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اعمام کو تیروں سے بچاؤ تھا اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے (سیرت ابن ہشام) اس واقعہ سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بانی تھیں اور ماجدوں کو اپنا مال اکثر مضارت پر دیتی رہا کرتی تھیں، آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضارت پر شام کی طرف لے جائیے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا، آپ نے قبول فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا، اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ میسرہ نے کہا کہ قوش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں راہب نے کہا، اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی بھی نہیں اترتا، آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوئی تھی تو وہ فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے، جب آپ کو بھیجے تو حضرت خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا کہ دو گنا یا اس کے قریب نفع ہوا یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی، اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کہنے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت خدیجہ نے در قد بن نوفل سے جو ان کے چچا اور بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا سو کہنے لگے، اسے خدیجہ اگر یہ بات صحیح ہے

تو محمد اس امت کے نبی ہیں اور محمد کو کتب مساویہ سے (معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے حضرت خدیجہ بڑی عاتقہ تھیں یہ سب سن کر آپ کے پاس بیٹھا بیٹھا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف اہل اہم اور امین و خوش او صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اہمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہو گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام) راہب کا نام سطور تھ۔ (تواریخ حبیب اللہ)

جب آپ پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سر نو شروع کرنے کا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر نہ ہوئی تو ہر قبیلہ اور شخص ہی چاہتا تھا کہ حجر اسود گوہر کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہوا، آخر اہل اللہ نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب میں پہلے آئے اس کے فیصلے پر عمل کر لو لہذا سب سے پہلے حضرت علی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد ہیں، امین ہیں اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی نبوت میں یہ معاملہ پیش کیا آپ نے فرمایا، ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا، آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تمام لے اور خانہ کعبہ تک لے پہلے حبیب وہاں پہنچا تو آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔

(سیرت ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے، اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا، اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی محمد کو اس کے موقع پر رکھنے کے لیے اپنا دیکھل بنائیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ ہوگا۔ تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔ (تواریخ حبیب اللہ تبغیر الفاظ)

حبیب آپ چالیس برس کے ہوئے تو **بِئْسَتْ تَحْمِيْرِيْ اَوْ زَيْدٌ حَمِيْ** آپ کو فطرت محبوب ہو گئی، آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے اور نبوت سے چھ ماہ قبل ہی سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک بیع المادل کی آٹھویں تاریخ دو شنبہ کے منجرا بیل علیہ السلام، سورۃ علق .... کی شروع کی آیتیں آپ پر لائیں۔ اور آپ مشرت بہ نبوت ہو گئے۔ ان کے ایک عرصہ کے بعد سورۃ مدثر کی اول کی آیتیں نازل ہوئیں جو آپ نے حب حکم فائدہ و عورت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ، پھر آیت آن (من اصدق بمعائنہ) مسودہ آپ نے



علی الامعان دعوت شروع کی۔ بس کفار نے ہدایت اور ایذا شروع کی لیکن ابوطالب آپ کی حمایت کرتے تھے، ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا کہ یا تو تم محمد کو جلد سے حوالہ کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالے کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابوطالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھانٹن میں واسطے حفاظت جا بسا اور کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب سے ہر آدمی قطع کر دی اور سردار گروں کو منس کر دیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بچیں اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ محمد کا لکھ کر فدک کعبہ میں چھپا دیا۔ تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے، آخر کار آپ کو وحی الہی کے ذریعہ اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیش نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھا دیا۔ پھر اللہ کے نام کے جو اس میں کہیں تھا ایک حرف نہیں بچوٹا آپ نے یہ حال ابوطالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اور اگر صحیح ہو تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے آکر اس کاغذ کو دیکھا، فی الواقع ایسا ہی تھا تب قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا، ابوطالب آپ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے (تواریخ حبیب اللہ وغیرہ)

اور یہ عہد نامہ بظن منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا اور غلام محمد منہ سات نبوت کو چھپا گیا تھا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور نبوت سے سالی دہم میں شعب سے باہر آئے تھے اور اسی سالی حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے عین دن بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی (شہادت)

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مگر میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ شریف آکر نو سال کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت مودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں، آپ کا نکاح مکہ میں ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازدواج میں رہیں (تواریخ حبیب اللہ)

اس سال دہم میں آپ طائفہ بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہاں دعوت اسلام کے لیے اور نیز اس لیے تھا کہ ان سے کچھ مددیں رکھیں کہ بعد وفات ابوطالب کے کوئی باوہامت آدمی آپ کا حامی نہ تھا لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد کی بلکہ سفلے لوگوں کو بھانپ کر آپ کو بہت تکلیف

پہنچائی۔ آپ وہاں سے طویل ہو کر مکہ واپس ہوئے اور جب آپ بطنِ نعلین کی ایک دن کی راہ پر مکہ سے پہنچے۔ رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نمازیں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن مینوسے کے کہ یہ ایک قریب ہے مومل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے، جب آپ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی، وہ سب بلا توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جاکر اسلام کی دعوت دی۔ سورہ احقاف آیت ۱۷ صر فضا الیہ نفسا من الجن میں اسی قصد کی طرف اشارہ ہے پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور آپ حکماء و مجتہدین و ذی الجہاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا، یہاں تک کہ سہیگرہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ انصاری کے آپ کو ملے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر اسلامی انہوں نے یہودیہ میں سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عترتِ پیدامہوں گے اور انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے، ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ نبی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آئیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرت باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آئیں گے، مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچایا لگے سال کی نبوت سے بارہواں سال تھا، بارہ آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی، پانچ پہلے اور سات اد انہوں نے حکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی، اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے، آپ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائع اور دعوت اسلام کے لیے مدینہ شریف بھیج دیا۔ مصعب نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار میں ہو گئے، تھوڑے دن میں ان سے باقی رہے، پھر اگلے سال کی نبوت سے تیسرے سال تھا ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرت باسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جائیں گے، ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ کے مدینہ پر چڑھ کر لائے گا ہم اس سے لڑیں گے اور جان و مال میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے، عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔ (تواریخ حبیب، اللہ و سیرۃ ابن ہشام)

شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے افضل ہے: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ

غیر ثابت بالسنۃ میں ارقام فرماتے ہیں جس کا اردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔

• شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے۔ اس لیے کہ میلاد کی رات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدر سے شرف ملا وہ اس رات سے حضور افضل قرار پائے گی جو حضور کو سپنے بدلنے کی وجہ سے شرف والی ہے نیز لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے شرف ہوئی اور لیلۃ میلاد بغیر نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی اور اس لیے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فضل و احسان ہے اور لیلۃ میلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیونکہ حضور رحمت للعالمین ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلائق اہل سزات و الاربضین پر عام ہو گئیں۔ انتہی راجحیت بالسنۃ ص ۹۰

امام قسطلانی نے بھی ملائکہ اللہ فیہ جداول نمبر ۲ پر لیلۃ القدر پر شب میلاد کے افضل ہونے پر یہ دلائل قائم فرمائے اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی اور ولادت مقدسہ مومنین کے حق میں کمال فرحت و سرور کا موجب ہے جس کا اظہار بھی فی میلاد افزاع و اتمام کے مبارکات خیرات و منکات کی صورت میں اہل محبت مومنین مخلصین ہمیشہ کرتے رہے جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ان پر اتمام حجت کے لیے قرآن و حدیث و عبارات علماء و محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور پیدائش موجب فرحت و سرور ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِينُكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءُ لِمَا فِي الصُّدُورِ هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ كُلُّ بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ ۝

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلور کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے فرمایا دیکھو! اور اسی کے فضل اور اسی کی رحمت

بِرَحْمَتِهِ فَبَدَأَ لَيْلًا فَلْيَفْرَحُوا ۝ ط  
هُوَ خَيْرٌ لِّمِمَّا يَجْمَعُونَ ۝ ط ۱۰ ع  
سے تو اس پر چاہیے کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر  
ہے اس سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ نعمتِ شفاءِ ہدایت و رحمت سب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف  
آوری پر موقوف ہے اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ  
ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ نعمتیں  
میں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے ظہور پر  
جتنی بھی خوش منانی جائز کم ہے، اسے نامائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے جو ظہور ذاتِ محمدی  
صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش نہیں۔

نعمت الہی کو بیان کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دَامَا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ  
اپنے رب کی نعمت کی بیان کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے (بخاری جلد ۲ ص ۵۶۷) لہذا حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدس اور بیان مبارک از روئے قرآن کریم مطلوب و محبوب ہے۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانے پر کافر کو بھی فائدہ ملتا ہے (بخاری شریف میں ہے۔)

قال عمروة ثروبة مولاة لابی  
لہب كان ابوہب اعتقها  
فارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
فلما مات ابوہب اُرِیہ بعض اہلہ  
بشرحیبة قال له ما ذایفیت  
قال ابوہب لما اتق بعد کو  
غیر فی سقیت فی ہذا  
لغات فی ثوبیتہ۔ (انہی)  
بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۶  
حضرت عمروہ فرماتے ہیں تحریر ابوہب کی  
باندی تھی جسے اس نے (حضور کی پیدائش  
کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ اس نے  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا، ابو  
ہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض  
اہل حضرت عباسؓ نے اسے بہت بڑی  
حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے  
پوچھا، مرنے کے بعد تم پر کیا حال رہا، ابوہب  
نے کہا تم سے جدا ہو کہ میں نے کوئی راحت

نہیں پائی سنو! اس کے کہ میں تم کو اسیراب کیا جاتا ہوں اس لیے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی)

نوشی میں توبہ کرتا دیکھتا تھا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

ذكر السهيلي ان العباس قال لعمامة البولب رأيت في مناهي بعد حول في شر حال فقال ما بقيت بعد دكم راحة الا ان العذاب يخفف عني في كل يوم اثنين قال و ذلك ان النبي صلى الله عليه وسلم ولد يوم الاثنين وكانت ثوبية بشرت ابا لهب بمولده فاعتفها فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۱

سہیل نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بڑے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے حضرت عباس نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور توبہ کرنے والے ابولہب

کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

یہ حدیث عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد ۲۰ صفحہ ۹۵ پر علامہ بدر الدین عینی حنفی

نے بھی ارقام فرمائی یہاں دو اعتراض پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

اعتراض اول :- قرآن مجید میں ہے لا یخفف عنهم العذاب کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیف عذاب کیونکر تصور ہو سکتی ہے؟ جواب :- اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں جن میں بعض بالکل رکیک اور ناقابل اعتناء ہیں اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے فتح الباری میں اکثر اقوال نقل فرما کر قابل وثوق مسلک نقل کیا اور آخر میں اپنے قول سے بھی اس کی تائید فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

وقال قسوطی هذا التخفيف امام قرطبی نے منہمایا یہ تخفیف عذاب

خاص بهذا وبمن ورد النحر  
فيه وقال ابن منير في الحاشية  
هنا قضيتان احداهما مال  
وهي اعتبار طاعة الكافر مع  
كفره لان فدية الطاعة  
ان تقع بقصد صحيح وهذا منقود  
من الكافر الثانية اشارة  
الكافر على بعض الاعمال تفضلاً  
من الله تعالى وهذا لا يحل  
المعتل فاذا اقرر ذلك لم  
يكن عتق الي لب لثوية  
تربيت ويجوز ان يتفضل  
الله عليه بما شاء كما تفضل  
على ابي طالب والمتبع في ذلك  
التوقيع نفياً واثباتاً (نقلت)  
وتتمت لهذا ان يعتق المعتقل  
المذنب كما هو المندرج  
من الكافر البره ونحو ذلك  
والله اعلم

نسخ البری بعد صفحہ ۱۹

الربوب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے  
ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص  
دار ہوئی۔ ابن منیر نے حاشیہ میں کہا۔ یہاں  
در قضیے ہیں، ایک تو محال ہے، وہ یہ ہے  
کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعت کا اعتبار  
کیا جائے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ طاعت  
کا مقبر جو ناقص صیح کی شرط سے مشروط  
ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ  
یہ ہے کہ کافر اس کے کسی عمل پر محض بطور  
تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات حقائقاً  
نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں  
تو جانا چاہیے کہ الربوب کا ثبوت کرنا اور  
طاعت معتبرہ نہ تھی اور اس کے اس عمل پر اگر  
اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان  
فرمائے تو یہ ممکن ہے، جیسا کہ ابو طالب  
پر احسان فرمایا اور اس سند پر نفساً  
اثباتاً تزیین ہی کی اتباع کی جاسکتی ہے (یعنی  
تخفیف عذاب کی نفی اثبات کا قول درود  
نص پر موقوف ہے۔ جس کے حق میں جو کچھ  
نص میں وارد ہو اس کی اتباع کی جائے گی)  
میں ابن جریر مستطانی کہتے ہیں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا نتیجہ ہے کہ الربوب تفضل یا اسی طرح  
کس دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ وہ اس ذات کے اکرام  
کے لیے ہوتا ہے جس کے لیے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو (جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات  
منقذہ کہ الربوب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندائش

کی خوشی میں تڑپ کر اڑا دیا تھا، لہذا ابولہب کے حق میں تخفیف عذاب حضور صلی اللہ وسلم کے اکرام و اجلال کے لیے ہے۔

**اعترض دوم :-** سوال :- غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کر لیا جائے۔

**جواب :-** ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے کسی حقیقت و اقیعہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکا اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے تصور نہ ہو۔ غیر مسلم کے خواب کافی الجملہ سہا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا چٹا چٹنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں، اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان و توحید کی طرف دعوت دی۔ لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں کیجھی تھی۔ بطور استنباط ہم آنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادت باسعادت پر اظہار مسرت بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی امید کا سبب قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰ پر یہی مضمون امام ابن جزری سے نقل فرماتے ہیں۔

قال ابن الجوزی فاذا كانت	ابن جزری نے کہا کہ شب میلاد کی خوشی کی
هذا ابولہب الکافر الذی	وجہ سے جب ابولہب جیسے کافر کا
نزل العترة آن بزمہ جوزی فی	یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں تخفیف
النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی	ہوتی ہے، حالانکہ ابولہب ابیہ کافر
صلی اللہ علیہ وسلم بہ فمباحال	ہے جس کی مذمت میں مست آن نازل
المسلم الواحد من امتہ علیہ السلام	ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی
الذی یسر بمولادہ ویبذل ما	مومن و موحّد کا کیا حال ہو گا جو حضور
تصل الہ قدرقہ فی محبتہ صلی	کے میلاد کی خوشی میں حضور کی محبت کی وجہ
اللہ علیہ وسلم لعمرانما یکون	سے اپنی مسرت اور طاقت

جزاء من الله الكريم ان يدخله  
بفضلہ العظیم جنات النعیم۔ آتہی  
(مراہب الدنیہ جلد ۱ ص ۲۷ مطبوعہ مصر)

کے موافق خرچ کرتا ہے۔ رقم ہے  
میری عمر کی اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
اسے اپنے فضل عظیم، جنات نعیم میں داخل کرے

آتہی

عید میلاد مناتا اور پھر بیع الاول میں اظہارِ فرحت و مسرور اور صدقات و خیرات کرنا !!  
بعض لوگ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے اور بیع الاول میں خیرات و صدقات و اظہارِ فرحت و مسرور  
کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال قطعاً غلط ہے، امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ  
میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولا زال اهل الاسلام يحتفلون  
بشهر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ويعملون الواکف و لیتصدقون  
فی یالیہ با انواع الصدقات  
و یظلمون السرو و یریدون  
فی المبرات و یعتنون بقراءة مولد  
الکرم و یظهر علیہم  
من بركاتہ کل فضل عظیم  
و مما جوب من خواصہ انه  
امان فی ذلک العام و بشری  
عاجلة بخیل البغیة و المرام  
فرحہ اللہ امرأاً اتخذ لیلالی  
شہد مولدہ المبارک اعیاداً  
لیحکون اشد علة علی من  
فی قلبہ مدح و عتاد و لعتد

محضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے  
مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں  
منعقد کرتے چلے آئے ہیں، اور خوشی کے  
ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوتِ طعام  
کرتے رہے ہیں اور ان اقوال میں انواع و  
اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور  
ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ اور  
نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے  
رہے ہیں اور محضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے مولدِ کریم کی قرأت کا اہتمام  
خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں  
سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر  
ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور اس  
کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ  
اعتقاد محفل میلاد اس سال میں بڑب



الحب ابن الحاج فی المدخل  
فی الافکار علی ما احدثه  
النس من البدع والاهواء  
والفتنة بالآلات المحدثه  
عند عمل المولد الشریف  
فان الله تعالیٰ یثیبه علی  
قصد الجمیل ویسل بنا  
مبیل السنة فانه حبنا ونعم  
الوکیل مواهب الذیہ  
(جلد اول ص ۱۷ مطبوعہ مصر)

امن وامن ہوتا ہے، اور ہر مقصود و مراد  
پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری  
جو حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں  
فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی برات  
کو عید بنایا تاکہ یہ عید میلادِ سخت ترین علت  
و مصیبت ہو جائے۔ اس شخص پر جس کے  
دل میں مرض و غما دھپے اور علامہ ابن الحاج  
نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے۔ ان چیزوں  
پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور  
نسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں اللہ آکالت  
کے ساتھ مل کر اور شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قصد جمیل پر ثواب دے  
اور ہمیں سنت کی راہ پر چلانے، بے شک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا وکیل ہے ؟  
علامہ قسطلانی کی اس عبارت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ ماہ میلاد و ربیع الاول شریف میں انفق و محفل میلاد اہل اسلام کا طریقہ یہ ہے۔  
۲۔ کھانے پکھانے کا تمام انزع و اقسام کے خیرات و صدقات یہ ماہ میلاد کی راتوں میں اہل اسلام  
بہت سے کرتے رہے ہیں

۳۔ ماہ ربیع الاول میں خوشی و مسرت و سرور کا اظہار شعرا و مسلمین ہے۔  
۴۔ ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پند یہ طریقہ چلا آیا ہے۔  
۵۔ ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأت میلاد پاک کا اہتمام خاص کرنا مسلمانوں کا مجرب  
طرز عمل رہا ہے۔

(۶) میلاد کی راتیں سے میلاد کو کہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے۔  
(۷) محفل میلاد کے خواص سے یہ عروب خاصہ ہے کہ جس سال میں مائیں زیادہ مستعد کی جائیں وہ تمام  
سال ۱۔ ۲۔ ۳۔ سے گزرتا ہے۔

(۸) اعتقاد مخالف میلاد مقصود و مطلب پانے کے لیے بشری مایلہ (جلد آنے والی خوشخبری) ہے۔

(۹) میلاد مبارک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے اہل ہیں۔

(۱۰) ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی غفلتیں مستعد کرنا اور ماہ میلاد کی ہر رات کو عید بنا، یعنی عید میلاد منانا لوگوں کے لیے سخت عیب است۔ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوت رسول کی بیماری ہے۔

(۱۱) علامہ ابن حجاج نے جنس میں جو انکار کیا ہے وہ اعتقاد غفلت میلاد پر نہیں بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے جو لوگوں نے محافل میلاد میں شامل کر دی تھیں۔ آلات محرم کے ساتھ گانا بجانا میلاد شریف کی غفلتوں میں شامل کر دیا گیا تھا، ایسے عکرات پر صاحب مدخل نے انکار فرمایا اور ایسے ناجائز امور پر پرہیز مسلمان انکار کرتا ہے صاحب مدخل کی عبادات سے دھوکا دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام قسطلانی نے ان کا پلسم بھی توڑ پھوڑ کر رکھا ہے علامہ شیعہ حنفی شکیل بروی حرمۃ اللہ عنہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔

وقال الامام السيوطي قدس  
سروا يستحب لنا اظهار  
ال شكر لمولده عليه  
السلام (انتمی) مدح البیان جلد سوم  
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ  
نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کی ولادت باسعادت پر شکر ظاہر کرنا  
ہمارے لیے مستحب ہے۔

ایک شبہ کا جواب :- علامہ فاکہانی مالکی نے عمل مولد کو بدعت مذمومہ لکھا ہے اس کا کیا  
جواب ہوگا ؟

جواب ! گذارش ہے کہ فاکہانی مالکی کجا عمل مولد مقدس کو معاذ اللہ بدعت مذمومہ لکھنا خود مذموم  
ستہ و عمل مولد کی اصل وہ تمام احادیث ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف  
پر اپنی پیدائش کا حال بیان فرمایا، اور اپنی نعت شریف پڑھنے کے لیے حضرت حسان بن ثابت  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ علمائے اہل حق نے عمل مولد کی اصل کو ثنات مانا ہے، ایسی صورت میں  
اس کو بدعت مذمومہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے ؟ دیکھئے علامہ علی بن برہان الدین اسلمی سیرۃ  
جلیبہ میں فرماتے ہیں۔

بے شک عمل مولد کے لیے ابن حجر نے  
منقذ سے اصل نکالی ہے، اور اسی  
طرح حافظ سیوطی نے بھی ان دونوں  
نے ناکہانی ماکہ پر اس کے اس قول  
میں سخت روشنی دیا ہے کہ (معاذ اللہ)  
عمل مولد بدعت مذمومہ ہے۔

(سیرۃ طیبہ)

وقد استخرج له الحافظ ابن  
حجر اصل من السنہ - و  
كذا الحافظ السيوطي  
وروا على المناكح في المالكي  
في قوله ان عمل المولد بدعة  
مذمومة - انتهى

(سیرۃ طیبہ جلد ۱ صفحہ ۸۰)

نیز مجمع بحار الانوار میں ہے :-

ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور  
رحمت کا مظہر ہے، یہ ایسا مہینہ ہے  
جس میں ہر سال ہمیں اظہار سرور کا حکم  
دیا گیا ہے۔

(مجمع بحار الانوار)

مظہر منبع الانوار والوحۃ  
شہر ربیع الاول وانوار  
شہر امرنا باظهار الحسب  
فیہ کل عام۔

(مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۵۵۶)

اور ثابت بالسنۃ میں ہے :-

اور اہل اسلام ہمیشہ منہیں منقذ کرتے  
رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد  
مبارک کے چہینے میں۔

ولا زال اهل الاسلام يحتفلون  
بشأن مولده صلى الله عليه  
وسلم - (لا ثبت بالسنۃ ص ۸)

اس مقام پر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پوری عبارت لکھی  
ہے جو مواہب اللہ بہ سے ابھی نقل کر چکے ہیں۔

الدر الثمین، من مشرات النبی الامین میں بائیسویں حدیث کے ذیل میں ہے۔  
شہداء الزم والدہ خدشاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے  
ہیں کہ ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا تھا ایک  
مال خود سالی کی چیز سے بچنے ہر نے چہنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا اس نسخہ ہی چنے

تفہیم کر دیئے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا  
ہوں کہ وہی مجھے سمجھتے ہوئے اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پہلی

سے بہت خوش اور مسرور ہیں۔ (الدر الثمین صفحہ ۱۰)

مولد النبی میں ابن جزری محدث شافعی نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ قائم بلاد عرب و عجم میں  
محافل میلاد مبارک کے انعقاد کا ذکر فرمایا ہے، بخوبی طوالت صرفت حوالہ پر اکتفا کیا گیا  
انسان العین: تفسیر روح البیان، شام امداد فی فیصلہ ہدایت، مشک میں بھی میلاد شریف کی  
مبارک محفلوں کے انعقاد کا بیان مذکور ہے۔ انشاء اللہ العزیز قیام میلاد کے ذیل میں ان کی عبارات  
حدیث ناظرین ہوں گی۔

قیام میلاد اور صلوات و سلام: بعض لوگ میلاد پاک میں قیام تعظیمی اور صلوات و سلام کو بھی بدعت مذکور  
کہتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ ان کے اکابر علماء اور شیخین میں بھی جاری رہا اور جنیل القہر الشہ دین اور اعلام امت  
عمل مولد و قیام میلاد کے عامل رہے انسان العین (سیرۃ طیبہ) میں ہے۔

ومن الفوائد انه جرت عادة من  
الناس اذا سمعوا بذكر  
وضعه صلى الله عليه وسلم  
ان يقوموا تعظيماً له صلى الله عليه وسلم  
وهذا القيام بدعة لا اصل لها  
لكن هي بدعة حسنة لا سيئة  
ليس كل بدعة مذمومة  
(سیرت مہمہ اہل سنت)

اور نوامد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ  
اکثر و بیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری  
ہو گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کی پیدائش مبارک کا ذکر نہ  
فورا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے  
لیے کھڑے ہو گئے اور یہ قیام بدعت  
ہے جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعت حسنہ  
ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔

آگے چل کر اسی مغویہ فرماتے ہیں

وقد وجد القيام عند ذكر  
اسم الله عليه وسلم من عالم  
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے۔

الامۃ ویمتدی الائمة دینا و  
ورع الزما مقی الدین السبکی  
وتابعه علی ذلک مشایخ الاسلام  
فی عصره لا یفتد سیکم بعضہما الامام  
السبکی اجتمع عنده جمع کثیر  
من علمائے عصره فانشد منشد  
قول الصرمی فی مدحہ صلی  
اللہ علیہ وسلم

”قلیل لدح المصطفی الخطباء  
علی ورق من خط احسن من کتب  
وان تنفض الشراف عند سمنہ  
قیام صفونا وحبشنا علی الکرک  
فمنذ ذلک قاموا الامام السبکی  
رحمہ اللہ وجمیع من فی المجلس  
السن کبیر بذلک المجلس ویکفی  
مثل ذلک فی الاقتداء۔ (انہی)  
(سیرۃ علیہ جلد اول ص ۷۷)

اہمیت محمدیہ کے علیل القدر عالم امام  
تقی الدین سبکی جو دین اور تقویٰ میں اللہ  
کے مقتدا ہیں اور اس پر ان کے تابع  
ہوئے تمام مشایخ اسلام جو ان کے ہمصر  
تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام سبکی کے  
پاس ان کے ہمصر علماء کرام بکثرت جمع  
ہوئے ایک مداح رسول نے حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم کی مدح میں مرمی، رحمتہ اللہ  
علیہ کے یہ اشعار پڑھے۔

”اگر پاندی پر سونے کے حروف سے بہترین  
کاتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح لکھے  
تب بھی کم ہے“  
بیشک عزت و شرف والے لوگ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل سن کر صفت بستہ  
قیام کرتے ہیں یا مگھنوں پر دوزخ ہو جاتے ہیں  
یہ اشعار سن کر امام سبکی کھڑے ہو گئے  
اور ان کے ساتھ تمام اہل مجلس، مشایخ و

علماء بھی کھڑے ہو گئے۔ اور اس وقت بڑا انس حاصل ہوا، مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت  
طاری ہو گئی، اور اس قسم کے واقعات مشایخ و علماء کی اقتداء کے بارے میں کافی ہوتے  
ہیں۔ (سیرۃ علیہ جلد اول ص ۷۷)

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمصر مشایخ و علماء کی اقتداء کافی ہے۔  
بالکل یہی مضمون اور منقولہ بالا دونوں شعر اور اس کے بعد امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام  
رفقا اہل مجلس کا قیام علامہ شیخ اسماعیل حقی برہنہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ارقام فرمایا

۱۱ حلقہ فریضہ تفسیر روح البیان - جلد ۹ ص ۵۶

اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلوں میں فرماتے ہیں: "اور مہربان فقیر کا یہ ہے کہ  
مہینہ مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام  
میں لطف و لذت پاتا ہوں"

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص ۵)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب شہداء امدادیہ میں فرماتے ہیں:-  
اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا، ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔  
(شہداء امدادیہ ص ۸۸)

مہینہ میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی  
رحمۃ علیہ شہداء امدادیہ میں فرماتے ہیں:-

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے  
ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا نہ کرتے ہیں اور ہمارے واسطے  
اتباع جو مین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال  
تشریف کیوں کیا جاوے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم غلق متعبد برمان و مسکن ہے لیکن  
عالم ابد و دوزں سے پاک ہے پس تلام رب جو فرمانا ذات الیائہ علیہ نہیں: انتہی۔

(شہداء امدادیہ ص ۹۳)

دنیا میں کروڑوں جگہ مہینہ میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام  
رب جو فرمانا حضرت حاجی صاحب کے نزدیک بعید نہیں اور حضور کی تشریف کا خیال کرنا بھی شرعاً  
کوئی مضائقہ نہیں رکھتا، جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے منکر ہیں اس اعتقاد کو  
معاذ اللہ کفر و شرک سمجھتے ہیں، وہ شہداء امدادیہ کی منقولہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں:-

ربا یہ اگر قیام میں صلوات و سلام پڑھنے کی کیا دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشاد خداوندی  
صلوات علیہ وسلم علیہم اجمعین مطلق ہے، ہر وہ حالت جو شرعاً صلوات و سلام کے لیے  
مکروہ اور نامناسب نہیں کیے کہ عید کی رو سے اس میں صلوات و سلام جائز ہوگا، ساتھ ہی امر بھی

محفوظ رہے کہ قیام میلاد ذوق و شوق کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ حال درود و سلام کے لیے بہت  
 مرزوں اور مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت یاہ حریف مذاک کے ساتھ بصیغہ خطاب صلوٰۃ و  
 سلام پڑھتے ہیں کہ چونکہ حالت ذوق میں محبوب کو خطاب کرنا فطری امر ہے۔ اور یاہ حریف مذاک کے  
 کوٹا جائز سمجھنا انتہائی محروم القسمی کی دلیل ہے۔

اور اذقیہ میں ص ۳۲ سے ص ۳۳ تک الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کا ورد  
 موجود ہے اور اس میں شترہ مرتبہ یاہ حریف مذاک کے ساتھ صلوٰۃ و سلام وارد ہے۔ اسی اور اذقیہ کے  
 متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اقتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں

”چوں سلام دم باد اور اذقیہ خواندن  
 ”جب سلام پھیرے اور اذقیہ  
 مشغول شو کہ از تبرکات انعام  
 پڑھنے میں مشغول ہو کہ ایک ہزار  
 ہزار و چار صد و بی کام جمع شدہ  
 چار سو دلی کام کے تبرک کلام سے  
 جمع ہوا ہے“

است

اقتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۲۵ مطبوعہ آدمی برقی پریس دہلی

الحمد للہ ہمدے بیان کردہ حوالجات و عبارات سے اتفاقاً محفل میلاد کا انتخاب

اور قیام میلاد و صلوٰۃ و سلام کا جائز اور موجب از ویاد محبت و باعث ذوق و شوق ہونا اچھی طرح  
 واضح ہو گیا۔ معترضین کے شکوک و شبہات کے جواب بھی احسن طریقے سے دیے گئے۔ اللہ

تعالیٰ اپنے عجیب سید عالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصل ہیں اپنی  
 رضیات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

تزیین و کتابت ————— منور ساجد

ہماری مطبوعات

عقلمند  
اُکلت

علامہ مشتاق احمد نظامی

نورالایضاح  
بازار حیدرآباد  
معاشیہ ۷۲  
۵۰

عقلمند کے بیان میں قابل قدر اضافہ

عبدالرزاق  
حیدرآباد  
۱۰۱

شمعِ ہدایت

تلخیص و افتتاح

عبد الرزاق حطاروی

تسکینِ اہل سنت و جماعت

نیز علمائے اہل سنت کی کتب ہم سے طلب فرمائیں

مکتبہ ضیائیہ

بوقت بازار راولپنڈی ۵۵۲۸۱۰